JOURNAL OF ISLAMIC THEOLOGY
Volume 3, Issue 1(Jan - June)
ISSN E: 2709-5398 ISSN P: 2709 – 538X

Issue Link: http://www.j-islamictheology.pk/index.php/jit/issue/view/9
Article URL: http://www.j-islamictheology.pk/index.php/jit/article/view/32
Article DOI: https://doi.org/10.51603/thejournalofislamictheology.v3i1.32

Title Children Education and Development in the Modern Era and its Requirements: An Analytical Study

Author (s): Dr. Yunus Khalid,
Dr. Naseem Akhter

Received on: 25 Jan, 2021
Accepted on: 19 May, 2021
Published on: 30 July, 2021

Citation:

Yunus Khalid and Naseem Akhter
"Children Education and Development in the Modern Era and its Requirements: An Analytical Study"
JIT:03 No 1(2021) 79 -96

Publisher: Al-Hassan Research Center Peshawar Private Limited

Click here for more

دورجدید میں اولاد کی جامع تعلیم و تربیت اور اس کے تقاضے
ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

Children Education and Development in the Modern Era and its Requirements: An Analytical Study

ڈاکٹر یونس خالد*
ڈاکٹر نسیم اختر**

Abstract

Children education, development and training have an impact on the parents' life, the entire family and even the generations to come. Today, nations achieve success and development due to educated, trained and competent generations. So it is very important to care, educate and train our children. In Islam, it is the obligation of the parents to educate and train their children. In the Holy Qurān, it has been commanded by Allah the almighty that: save yourself and your family from the fire of hell. It could be done by doing the job of education and tarbiya. Today, children education is not given its due importance. Basically, child development and best parenting should be acquired by the parents before marriage or soon after marriage. But usually it has been neglected or it depends on the parents' own perception or choices, and is not based on the principles of child development given by the Holy Qurān and Sunnah or the modern day psychology In this article we have discussed this particular issue by shedding light on the importance of children education and development from the perspective of the Holy Qurān, the Sunnah and modern fields of knowledge. We have also analyzed various domains and areas of child development. We hope this article will help the readers understand this topic and execute it properly.

***Key Words**: Children education, Tarbiah, Qurān, Modern Era*

* پرنسپل اقراء روضۃ الاطفال اسکول کے ایریا کورنگی، کراچی
** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور

تربیت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ (ر ب ی) ہے، اس کا مصدر تربیۃ ہے جس کا معنیٰ پرورش کرنا، پالنا اور مہذب بنانے کے آتے ہیں[1] تربیت کو انسانی سازی کا فن بھی کہا جاتا ہے۔ انسان دو عناصر جسم اور اخلاق کا مجموعہ ہے انسانی ترکیب کا یہ دوسرا حصہ اسے دنیا کی دیگر مخلوقات سے ممتاز کر دیتا ہے بلکہ اس کی اصل شناخت اس کے کردار واخلاقی وجود سے ہی ہوتی ہے۔ معاشرے کے لئے اس کے مفید یا مضر ہونے کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے ایک اور تعریف کے مطابق وہ فطری صلاحیتیں جو انسان میں بالقوہ (Potential Talents) موجود ہیں کو پروان چڑھا کر بالفعل بنانے اور غیر فطری رجحانات کو ختم Eliminate کرنے کو تربیت کہا جاتا ہے۔ یوں تربیت کا ہدف سلامتی جسم، پرورش عقل وشعور، تجربات ومہارت اور نیک اخلاقی صفات میں اضافہ کر کے اس کے اندر کے غیر فطری اور غیر اخلاقی و مضر عادتوں کو ختم کر کے انسان کو کمال کے اعلی ترین ممکنہ درجے پر فائز کرنا ہے۔

حق کی پہچان انسانی فطرت میں پیدائش کے وقت سے ہی ودیعت کی جاتی ہے، بلکہ قرآن کریم میں ''عہد الست'' میں اس فطری رجحان کا اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر انسان کو ایسا فطری ماحول مہیا کیا جائے جس میں فطرت کی پہچان میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو اس کے لئے حق کو پہچاننا اور قائم رہنا کوئی مشکل کام نہیں۔ لیکن والدین کی تربیت سے اسے مکدر بنا کر فطرت کی پہچان میں بند باندھا جاتا ہے۔ اس کا ذکر ﷺ نے اس طرح کیا ہے کہ: ''کل مولودیولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ'' [2] "ہر بچہ اللہ کی طرف سے فطرت (اسلام) پر پیدا کیا جاتا ہے، لیکن اس کے والدین ہیں جو اسے یہودی بنا دیتے ہیں نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی فطرت میں بغاوت نہیں بلکہ یہ والدین، گھر یا ماحول کا اثر حق سے انحراف جمنے میں مدد دیتا ہے ناسازگار ماحول میں حق اور اعلی اقدار کے حصول کے لئے انسان کو کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

دوسری طرف انسان اپنی پیدائش کے وقت قدرت کی طرف سے اچھائی اور برائی دونوں کی فطری استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے: ''فالھمھا فجورھا وتقواھا''[3] پس انسان کے نفس میں گناہ اور نیکی کی استعداد القاء کی گئی ہے۔ سے اشارہ کیا ہے یعنی انسان کو نیکی اور بدی کا اختیار دیا گیا ہے۔ اب تربیت کا مقصد یہ ہوا کہ بچے کی پرورش اس انداز سے کی جائے کہ اس میں اچھائیوں کی حس کو مضبوط اور توانا کیا جائے اس کے کردار واخلاق کو صیقل کر کے اسے معاشرے کے لئے امکانی حد تک مفید اور بارآور بنا دیا جائے۔ اس کے

ساتھ ہی اور برائی کی حس کو کمزور کر کے نفسانی خواہشات پر کنٹرول کی عادت ڈالوائی جائے۔ یوں تربیت انسانی میں موجود اچھائیوں کو اجاگر کرنے، مہارتوں کو جلا بخشنے اور برائیوں کے رجحان کو کم یا ختم کرنے کی مربوط کوشش کا نام ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کی ضرورت واہمیت:

بچوں کی تعلیم و تربیت دنیا کی تاریخ میں وہ مسلمہ عمل ہے جس سے کسی ذی شعور انسان کو انکار نہیں، دنیا کی ہر قوم اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنی سی کوشش کرتی ہے۔ بلکہ دنیا کی ہر مخلوق یہاں تک کہ چرند و پرند اور درندے بھی اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہیں، ان کو شکار اور دشمن سے بچاؤ کے گر سکھاتے ہیں انسان کی اولاد کو تربیت کی زیادہ ضرورت اس لئے بھی پڑتی ہے کیونکہ انسان دوسری مخلوقات کے مقابلے میں زیادہ عرصے تک (Dependent) دوسروں پر انحصار کرنے والا ہے اس لیے اسے اس کی ضرورت زیادہ ہے سن بلوغ تک والدین پر انحصار کرتا ہے اور تربیت کے مراحل سے گذرتا ہے۔ اور اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے اسے دیگر مخلوقات پر حاکم بنایا گیا ہے۔ اس نے دنیا میں عقل و شعور کی شمعیں روشن کرنی ہیں کامیاب معاشرتی زندگی گزارنی ہے دنیا پر اللہ کے نائب کی حیثیت سے حکمرانی کی ذمہ داریاں بھی اٹھانی ہے۔ دنیا میں ترقی کو فروغ دینے کے لئے اس کو ضروری مہارتیں حاصل کرنی ہیں، خود کو منظم اور کامیاب انسان کے روپ میں دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے اور خدائی منشا کے مطابق دنیا کی دیگر مخلوقات کو مینیج کر کے ان سے خدمات حاصل کرنی ہیں یہی نہیں بلکہ آخرت میں خدا کے سامنے پیش ہو کر حساب و کتاب دینے کے لئے خود کو تیار بھی کرنا ہے۔ ان تمام اہم امور کے لئے انسان کی اولاد کو باقاعدہ تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔

سورۂ تحریم میں اپنے آپ اور اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: " یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا "[4] "اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے۔" قرآن کریم نے اس آیت میں مسلمانوں کو اپنے آپ اور اہل و عیال کو جہنم سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ ایک دوسری جگہ قرآن کریم نے اولاد کی تربیت کے حوالے سے فرمایا: " وامر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا "[5] "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو۔" حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الاکلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ"[6] "خبردار! تم سب ذمہ دار ہو اور تم سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں ضرور قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔" ایک اور حدیث میں تعلیم و تربیت

کو بچوں کے لئے دنیا کا بہترین تحفہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''مانحل والد ولدأمن نحل افضل من ادب حسن''[7] ''کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دے سکتا۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ادب ابنک فانک مسؤل عنه ماذا ادبته وماذا علمته[8] ''اپنے بچے کو آداب سکھاؤ، اس لئے کہ اس کے بارے میں آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے اپنے بچے کو کیا آداب سکھائے اور اس کو کیا تعلیم دی۔''

اگر گھر کا سربراہ اپنے ماتحتوں کی اچھی تربیت نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا ۔اور اگر اولاد تربیت قبول نہیں کرتی تو سربراہ بری الزمہ ہوگا۔ قرآن کریم نے اولاد کو آزمائش قرار دیا ہے: ''انما اموالکم واولادکم فتنة''[9] ''بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ (آزمائش) ہیں۔'' آزمائش اس معنی میں ہے کہ ان کے حقوق ادا کیے گئے ہیں کہ نہیں۔ ناجائز طریقے سے مال کمانا، اسراف کرنا، اور زکوۃ نہ دینا مال کا فتنہ ہے۔ اور مناسب تعلیم و تربیت نہ کر سکنا اولاد کا فتنہ ہے۔

بچوں کی تربیت میں ماحول کا بنیادی کردار

بچوں کی تربیت میں ماحول کا کردار بنیادی ہوتا ہے، ماحول عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ارد گرد یا گرد و پیش وغیرہ۔ قرآن کریم میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ فرمایا: فلمااضاء ت ماحوله ذهب الله بنورهم[10] ''جب آگ کی روشنی سے اس کا ماحول (ارد گرد) روشن ہو گیا تو اللہ تعالی نے وہ روشنی سلب کر لی۔'' جب بچہ اپنے ماحول سے اچھا دیکھے گا، اچھا سنے گا، نیک جذبات اچھے خیالات اور اچھے کرداروں کا مشاہدہ کرے گا تو اچھا (Input) اس بچے کے دل و دماغ میں داخل ہوگا۔ جو اس کے دل و دماغ پر خوشگوار اثرات مرتب کرے گا اور پروسس ہو کر بہترین (Out put) کی شکل میں اس بچے کے اعضاء و جوارح سے اچھے رویوں اور مثبت کرداروں کی شکل میں سرزد ہوگا۔ بچے کی تربیت میں جو عناصر حصہ لیتے ہیں ان میں سب سے پہلی درس گاہ ماں کی آغوش ہے۔ بچے کو ماں کے ساتھ زبردست لگاؤ ہوتا ہے ماں کی نشست و برخاست، اس کی حرکات و سکنات اور اس کی عادات و اطوار کو اپنائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ماں کی عادات بچے میں منتقل ہوتی ہیں اور یہی حالت والد اور دیگر رشتہ داروں کی ہے۔ بچے کا یہ ماحول اگر اچھا ہو لوگ پڑھے لکھے ہوں اور سلیقہ مند دینی اقدار کی پابند اور ماحول آئیڈیل ہو تو بچہ انشاءاللہ بہترین خصوصیات کا حامل ہوگا۔

بچوں کی تربیت کے ذمہ دار کون؟

بچے کی تربیت میں والدین کا کردار بنیادی ہے۔ان کی اچھی تربیت بچے کو کامیاب اور اعلی خصلتوں کا حامل بنا سکتی اور غلط تربیت اس کی دنیا و آخرت برباد کر سکتی ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے: مامن مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ او یمجسانہ[11] "ہر بچہ اللہ کی طرف سے فطرت (اسلام) پر پیدا کیا جاتا ہے، لیکن اس کے والدین اپنی تربیت کے ذریعے اسے یہودی بنا دیتے ہیں نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" احیاء العلوم میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"بچہ والدین کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اس کا دل شفاف آئینے کی مانند ہے جو بالفعل ہر قسم کے نقش و نگار سے خالی ہے، اس کے باوجود وہ ہر قسم کے نقش و صورت کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔اسے جس چیز کی طرف چاہیں مائل کیا جا سکتا ہے، اگر اس میں اچھی عادات پیدا کی جائیں اور اسے علم نافع پڑھایا جائے تو وہ عمدہ نشو و نما پر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے۔یہ ایک ایسا کار خیر ہے جس میں اس کے والدین، اساتذہ اور مربی سب حصہ دار ہو جاتے ہیں۔لیکن اگر اس کی بری عادات سے صرف نظر کیا جائے اور اسے جانوروں کی طرح کھلا چھوڑا جائے تو وہ بداخلاق ہو کر تباہ ہو جاتا ہے، جس کا وبال اس کے ولی اور سرپرست کی گردن پر پڑتا ہے۔[12] اسی لیے والدین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ: "قوا انفسکم واھلیکم ناراً "[13] "بچاؤ اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے۔" اولاد کو عذاب سے بچانے کی ذمہ داری گھر کے سربراہ کو دی گئی ہے۔اس کی مثال اس بچے کی طرح ہے جو کھسک کر آگ کی طرف جا رہا ہو تو ہر کوئی اس کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرماتے ہیں: دد علموا انفسکم واھلیکم الخیروادبوھم[14] "خود کو اور اپنے اہل و عیال کو خیر اور بھلائی کی تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ۔ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ادبوا اولادکم علی ثلث خصال حب نبیکم وحب اھل بیتہ وقراءۃ القرآن[15]" "اپنی اولاد کو تین باتوں کا عادی بناؤ! اپنے نبی ﷺ کی محبت کا، اپنے نبی کے گھر والوں کی محبت کا اور قرآن کریم کی تلاوت کا۔"

والدین اولاد کے لئے پروگرامر کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح ایک پروگرامر اپنے کمپیوٹر میں جو پروگرام انسٹال کرتا ہے تو وہ اسی فیڈ پروگرام کے تحت کام کرتا ہے اور رزلٹ دیتا ہے، اسی طرح والدین اپنے بچوں کی نشو و نما کے دوران ان کی جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور دینی تربیت سے ایک خاص پروگرام انسٹال کر رہے ہوتے ہیں۔اگر والدین کی پروگرامنگ اچھی ہو تو نتیجہ اچھا ہو گا اور اگر غلط ہو تو برا ہو گا۔جس کے جوابدہ والدین ہونگے۔

قرآن کریم نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: وقالوا ربنا انا اطعناسادتنا وکبراء نا فاضلونا السبیلا- ربنا آتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا[16] "وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے بڑوں اور سرداروں کی اطاعت کی انہوں نے ہمیں راہ راست سے گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب ان کو دوگنا عذاب دیجئے اور ان کو اپنی رحمت سے دور کیجئے۔"

تربیت کا آغاز کب سے کیا جائے؟

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ بچے کی تربیت کا آغاز سمجھدار ہونے کے بعد شروع کی جانا چاہئیے لیکن یہ تصور غلط ہے۔ اولاد کی تربیت کا آغاز رشتہ ازدواج سے منسلک ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے ۔ جسطرح اچھی ور نفع بخش پیداوار کے لئے معیاری بیج کی ضرورت ہوتی ہے بالکل اسی طرح، نیک اور صالح، اولاد کے لئے نیکماں کی ضروری ہوتی ہے جو تربیت کا سنگ بنیاد ہے۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر بچہ پچاس فیصد مزاج و مذاق، رویے اور عادتیں موروثی طور پر لاتا ہے اور پچاس فیصد ماحول سے سیکھتا ہے اگر وراثت اور ماحول دونوں اعلی ہوں تو بچے کی تربیت سو فیصد مثالی ہوتی ہے ورنہ جس طرف جتنی کمی ہو گی اتنی تربیت میں نقص رہے گا۔

ایک عورت تربیّت کا مشورہ لینے کے لیے اپنے دوسالہ بچے کو لے کر سیگمنڈ فرائیڈ کے پاس گئی مربی نے کہا کہ بی بی تم تین سال لیٹ آئی ہو۔ وہ حیران رہ گئی کہ بچہ کی عمر کل دوسال ہے تو تین سال لیٹ ہونے ک کیا امطلب ؟اس پر سیگمنڈ فرائیڈ نے سمجھایا کہ بچے کی تربیت کا آغاز ماں کی تربیت سے ہوتا ہے۔ بہتر صورت یہ ہے کہ اولاد کی تربیت کا آغاز رشتہ طے کرنے سے شروع کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: تنکح المراۃ لاربع: لمالھاو لحسبھاو لجمالھا ولدینھافاظفرلذات الدین تربت یداک[17] "نکاح کے لیے عورت کا انتخاب چار وجوہ سے کیا جائے۔ اس کے مال، وجاہت، خوبصورتی اور دین داری کی وجہ سے کیا جائے۔ تم دین داری ہی کو ترجیح دو تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔"

اس حدیث میں عورت سے شادی کے جو ممکنہ معیار کو بیان کیا گیا ہے اس میں دین داری کو ترجیح دی گئی ہے باقی خصوصیات کا پایا جانا سونے پر سہاگہ ہے۔ دیندار والدین نیک اولاد کے لئے تلاوت، عبادات اور دعاؤں کا اہتمام کرتے ہیں، حرام اور مشکوک غذا سے اجتناب کرتے ہیں۔ ماں باوضو دودھ پلانے کا اہتمام کرتی ہے۔ اسی لیے نپولین نے کہا تھا: کہ تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دینے کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ سے منسوب ایک قول ہے کہ بچہ پیدائش کے بعد تعلیم و تربیت کے حوالے سے تین مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور

ہر مرحلہ سات سال پر مشتمل ہے۔ابتدائی سات سالوں میں بچہ باشاہ کی مانند اور والدین کو غلاموں کی طرح ہونا چاہیے ادب کے علاوہ اس کی ہر خواہش پوری کرنے کا اہتمام کریں۔ عمر کا دوسرا مرحلہ یعنی آٹھ تا چودہ سال ہے۔اس میں بچے کو غلام کی طرح ہونا چاہئیے اور اسے محنت مشقت لینی چاہئیے۔ کیوں کہ بچے کی عادتیں ابتدائی سات سالوں میں بنتی ہیں اور دوسرے میں پختہ ہوتی ہیں۔ جبکہ پندرہ تا اکیس سال تک کا جو تیسرا مرحلہ ہے یہ ان عادات کو مزاج کا حصہ بنانے کا ہے۔

یہودی بالادستی کا اہم راز معیاری تعلیم و تربیت

یہودیوں کی بالادستی اور کامیابی کا راز کیا ہے؟ایک رپورٹ کے مطابق یہودی دنیا کے ستر فیصد کاروبار، میڈیا، ملٹی نیشنل کمپنیوں پر قابض ہیں عالمی فیصلوں پر اثرانداز ہوتے ہیں سائنس ٹیکنالوجی، فلم انڈسٹری، فوڈ آئٹمز، مشروبات، میڈیسن کی انڈسٹری کے مالک ہیں، دنیا کے اکثر بڑے برانڈز ان کے ہیں تعلیم کے اس قدر دلدادہ ہیں کہ اب تک 180 سے زائد نوبل پرائز جیت چکے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں پورے عالم اسلام کے حصہ میں صرف دو یا تین نوبل پرائز ہی آسکے ہیں۔[18]

اسرائیل کی کل آبادی 3 کروڑ سے کم اور ایک اندازے کے مطابق دنیا میں یہودیوں کی کل آبادی دو کروڑ چالیس لاکھ ہے جو دنیا کی آبادی کے تناسب سے ایک فیصد سے بھی کم ہے۔اسرائیل کا کل رقبہ بیس ہزار دو سو ستر مربع کلو میٹر ہے جو ضلع چاغی کے رقبے کے آدھے سے بھی کم ہے۔اتنا کم محدود علاقہ اور اتنی کم تعداد میں ہونے کے باوجود دنیا کی بڑی تہذیبوں کو اپنی مٹھی میں دبائے ہوئے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا یہ لوگ ایکسٹرا جینئیس ہیں کہ کوئی ذہانت میں ان کا ہم پلہ نہیں یا وہ دنیا کے عام انسانوں کی طرح ہی ہیں لیکن ان میں کسی خاص قسم کی تعلیم و تربیت کا رجحان پایا جاتا ہے جس سے وہ اپنی کامیابی کو یقینی بناتے ہیں؟یہودی خود اپنے آپ کو The Chosen few یعنی خدا کے منتخب بندے کہتے ہیں اور اسی نام کی ایک کتاب کو سال 2017 میں نیشنل جیوش بک ایوارڈ بھی ملا ہے۔ جس میں اس بیانیہ کی تشریح کی گئی ہے۔ لیکن اسلام میں رنگ و نسل کی بجائے کامیابی کا معیار تقوی کو قرار دیا گیا ہے: ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم"[19] بے شک اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ شخص ہے جو اس سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

یہی سوال امریکہ کے ڈاکٹر اسٹیفن کارلیون نے اٹھایا ہے جنہوں نے اسّی کی دہائی میں اسرائیل میں تین سال تک اس عنوان پر ریسرچ کے بعد ایک پیپر لکھا جو "ساوتھ ایشن پلس نامی ویب سائٹ" میں چھپا۔ جس میں وہ لکھتے

ہیں کہ یہودیوں کی برتری کی بنیاد خداداد صلاحیتوں پر نہیں بلکہ ان کو تعلیم و تربیت کے سانچے سے اس طرح سے نکالا جاتا ہے جس طرح کمپنی سے پروڈکٹ نکالا جاتا ہے۔ان کے لائف اسٹائل اور تربیت کی تفصیلات بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہودی معاشرے میں بچے کی تربیت کی شروعات حمل ٹھہرنے سے ہوتی ہیں اس کی غذا، آرام اور ذہنی آسودگی کا خیال رکھا جاتا ہے اور ایسے مشاغل دیے جاتے ہیں جو ذہانت کا باعث ہوں کیوں کہ وہ صرف بچے کے نہیں بلکہ ذہین اور جینئس بچے کے پیدائش کے خواہاں ہوتے۔اس غرض سے ماں کو مقوّی غذاؤں کے ساتھ میتھا میٹکس اور میوزک کی پریکٹس کرائی جاتی ہے جو بچے کی ذہانت بڑھانے کا سبب ہیں۔پیدائش کے بعد دو سے تین سال میں اسے کنڈر گارٹن میں داخل کرادیتے ہیں۔ گریڈ 6 میں بچے سے بزنس میتھ کا کام کروایا جاتا ہے جب تک وہ دس ہزار ڈالر کا کامیاب پروجیکٹ نہیں کرلیتا اسے میٹرک کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاتا۔ابتدا سے ہی ان کو بزنس کا رجحان دیا جاتا ہے۔

ایک اور ریسرچ کے مطابق نیویارک کو جرائم کا شہر کہا جاتا ہے جہاں ہر کمیونٹی کے افراد کسی نہ کسی جرم میں گرفتار ہوتے رہتے ہیں لیکن اسی شہر میں یہودیوں کی بڑی تعداد آباد ہونے کے باوجود آج تک کوئی یہودی بچہ جرم کی وجہ سے گرفتار نہیں کیا گیا جو ان کی اچھی تربیت کا نتیجہ ہے۔اور شام ڈھلتے ہی گھروں کو لوٹتے ہیں رات دیر تک گھومنا ان کے ہاں معیوب سمجھا تا ہے۔اور یہی اسلام کا طرز تربیت ہے جو مسلمانوں نے نظرانداز کیا ہوا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب تک ہم اپنے اس متاع گم شدہ کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور اس کی گمشدگی کا شدت سے احساس نہیں کرتے، خاکم بدہن مسلمان دنیا میں مغلوب ہی رہیں گے۔

اولاد کی تربیت کے طریقے

اوپر تربیت کے مفہوم، ذمہ داران، عوامل اور ٹائم لائن کے بعد اس کے طریقوں پر بحث کرنا ضروری ہے۔اولاد کی تربیت کے مختلف طریقے ہیں جنہیں موقع اور محل کی مناسبت سے آزمانا پڑتا ہے۔

1۔ فکرمندی

یہ بچے کی تربیت کا پہلا مرحلہ ہے کہ والدین شدت کے ساتھ بچے کی تربیت کو اپنی ذمہ داری سمجھیں اور اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے فکرمند نہ ہوں تب تک یہ کام ممکن نہیں۔اسی احساس کو اجاگر کرنے کے لئے قرآن کریم نے سورۃ کہف میں اولاد کو فتنہ اور آزمائش قرار دیا، کہ اولاد اللہ کی نعمت ہونے کے باوجود اگر والدین ان کی

تربیت کی ذمہ داری محسوس نہ کریں تو خدانخواستہ یہی اولاد وبال جان، دنیا کی زندگی میں زحمت اور تکلیف دہ چیز جبکہ آخرت کی زندگی میں شرمندگی اور عذاب کا باعث بن سکتی ہے۔

منصوبہ بندی (پلاننگ):

ہر کام کرنے سے پہلے منصوبہ بندی کی جاتی ہے گھر بنانا ہو تو اس کے لیے رقم، موزوں جگہ کا انتخاب، نقشہ کا بندوبست پہلے سے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اولاد بھی انسان کے لئے متاع عزیز ہے ان کی تربیت نسلوں کی سرمایہ کاری (Investment) ہے۔

مناجات

رشتہ ازدواج سے منسلک ہونے کے بعد نیک اولاد کی تمنا کرنا اور اس کے لیے دعائیں کرنا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔ اس حوالے قرآن کریم میں بے شمار دعائیں ذکر کی گئیں ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے: ﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾[20] ترجمہ: اے اللہ مجھے نیک اولاد عطا فرما۔" ﴿ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴾[21] ترجمہ: اے اللہ! مجھے نماز کا پابند بنادے اور میری اولاد کو بھی اور اے ہمارے رب ہماری دعا قبول فرما۔" ﴿ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ ﴾[22] ترجمہ: اے اللہ! تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل فرمادے۔"

2۔ حضرت زکریا علیہ السلام نیک وارث کی تمنا ان الفاظ میں کرتے ہیں:

﴿ فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴾[23]

ترجمہ: اے اللہ! مجھے ایک وارث (اولاد) عطا فرما جو میرا اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا بھی وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنا۔" ﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴾[24]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اپنے ہاں سے نیک اولاد عطا فرما بیشک تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔"

اولاد کے حوالے سے قرآن کریم نے ایک اور دعا بھی سکھائی ہے اور نیک مومنین کی علامات میں ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ سے یہ دعا مانگتے ہیں: ﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾[25]

ترجمہ: اے اللہ! ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈ عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔"

اولاد جب نیک ہوتی ہے تو اپنے ساتھ اپنے والدین کے لئے بھی اللہ سے دعائیں مانگتی ہے، چنانچہ قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا منقول ہے جو انہوں نے اپنے اور اپنے والدین کے لئے مانگی:

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ﴾ [26]

ترجمہ: پروردگار! مجھے اس بات کا پابند بنا دیجئے کہ میں ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں، اور وہ نیک عمل کروں جو آپ کو پسند ہو، اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمالیجئے۔'' اللہ تعالیٰ سے نیک صالح اور فرمانبردار اولاد اور ان کے لیے رزق کی کشادگی کی عا مانگنی چاہئیے۔

طرز عمل سے تربیت:

یہ بھی اولاد کی تربیت کا یہ اہم ترین ذریعہ ہے کہ والدین کو اپنے اخلاق اور کردار سے اولاد کی تربیت کرنی چاہئیے۔ بچے فطری طور پر نقال ہوتے ہیں وہ جو دیکھتے ہیں اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ والدین کی باہمی محبت سے ایک دوسرے کا احترام، بہترین طرز تکلم ، ہمدردی اور صلہ رحمی، صوم وصلوۃ کی پابندی نظم وضبط ،صفائی ستھرائی کا اہتمام یہ تمام وہ اقدار ہیں کہ مشاہدہ کے بعد بچہ انہیں اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسوہ کی پیروی اور عملی تربیت کی اہمیت کے پیش نظر ہی اللہ تعالی نے آسمان سے صرف قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتابیں نازل نہیں فرمائیں بلکہ ساتھ ہی اس کتاب کی عملی تعبیر پیش کرنے والا پیغمبر بھی بھیجا۔ جو ان کتابوں کی تعلیمات عملی طور پر امت کو سکھاتا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں قرآن کی ہر آیت کی عملی تعبیر امت کے سامنے پیش کی۔ اور اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کو ''اسوۂ حسنۃ'' زندگی گزارنے کا نمونہ قرار دے کر فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [27] بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔''

وعظ ونصیحت سے تربیت

وعظ ونصیحت بھی تربیت کا اہم ذریعہ ہے۔ یعنی اچھی باتوں پر عمل اور بری باتوں سے اجتناب کی تلقین کرنا کار پیغمبری ہے۔ قرآن کریم کے نزول کا مقصد بھی یہی ہے لیکن ضروری ہے کہ ترغیب اور ترہیب دونوں طریقے اختیار کرے۔ قرآن کریم کی تربیت آئیڈئل انداز ہے۔ جس میں لوگوں کو مائل کرنے کے لیے موقع محل کے مطابق مختلف پیرایوں سے بات سمجھائی جاتی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو تربیت کی گرج سے جو تقریر کی تھی تحسین کی غرض سے اس کے چیدہ نکات قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں ارشاد خداوندی ہے:

﴿ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾[28] ۔ترجمہ: اے میرے پیارے بیٹے! تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔''

ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کس قدر مشفقانہ ہمدرانہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ نرمی سے جو کام ہوتا ہے وہ سختی سے نہیں لیا جاسکتا۔لیکن تربیت کا آغاز عقائد اور عقائد میں بھی عقیدہ توحید سے کرنی چاہئیے جو اسلام کی بنیاد ہے۔جس کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوں گے اسی لیے انہوں نے اپنے بیٹے کو شرک نہ کرنے کی نصیحت کی کہ مزید فرمایا:

﴿ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ﴾ [29]"

ترجمہ: پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو، اور وہ کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں یا زمین میں ہو، تب بھی اللہ اسے ضرور حاضر کردے گا۔یقین جانو اللہ بڑا باریک بین بہت باخبر ہے۔''

اس آیت میں انتہائی خوبصورت پیرائے میں اللہ تعالی کے علم محیط کو بیان کیا گیا ہے۔کیونکہ توحید کے بعد اللہ کی صفات کے بارے معلومات بچے کے ذہن میں اتارنا یہ بھی اولاد کی تربیت کا حصہ اور والدین کی ذمہ داری ہے اسلیے اس کا ذکر کیا۔اور پھر اخلاقی اور نفسیاتی پہلو کی طرف توجہ دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [30] ترجمہ: بیٹے نماز قائم کرو، لوگوں کو نیکی کی تلقین کرو اور برائی سے روکو، اور جو تمہیں تکلیف پیش آئے اس پر صبر کرو، بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔اور لوگوں کے سامنے اپنے گال مت پھلاؤ، اور زمین پر اتراتے ہوئے مت چلو، یقین جانو اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔اور اپنی چال میں اعتدال پیدا کرو، اور اپنی آواز کو پست رکھو، بیشک سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔''

اس میں انہوں نے اپنے بیٹے کو عمل اور اخلاق حسنہ کی ترغیب دی ہے۔لکن نکتے کی بات یہ ہے کہ والدین کا عمل اور ان کا وعظ بچوں کے لئے اسوقت کارآمد ہے جب والدین اور اولاد کے کا تعلق قائم ہو۔

سختی اور ڈانٹ ڈپٹ

تربیت میں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ آئیڈیل صورت حال کی غماز نہیں اس سے اولا سے تعلق کمزور پڑ جاتا ہے بچے کا ذہن تربیت کے اثر کو قبول کرنا چھوڑ دیتا ہے اور بغاوت کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں

نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گذارے آپ نے نہ کبھی مجھے ڈانٹ ڈپٹ کی اور نہ مجھ سے کسی کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے پوچھا ۔[31]

حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں بچپنے میں رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں تھا کھانے کے دوران میرا ہاتھ برتن میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''یاغلام سم اللہ وکل بیمینک وکل ممایلیک''[32] لڑکے! بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا کرو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرو اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔''

ان احادیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوا کہ تربیت کی ابتداء بچپن سے ہوتی ہے کیونکہ اس وقت بچے کی عادات پختہ نہیں ہوتیں اس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے بھی دیا ہے: ''افتحوا علی صبیانکم اول کلمة بلااله الا الله ولقنوهم عندالموت لااله الا الله''[33] ''اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لاالہ الااللہ سکھاؤ اور موت کے وقت بھی انہیں لاالہ الااللہ کی تلقین کرو۔''

کنزالعمال کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من ربی صغیراً حتی یقول لا اله الا الله لم یحاسبه الله"[34] جو شخص اپنے بچے کی اس طرح پرورش کرے کہ وہ لاالہ الااللہ کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیں گے۔''

دوسرا یہ کہ بچوں کو غیر ضروری ڈانٹ ڈپٹ سے گریز کرنا چاہیے کہ اس سے ان کی خود اعتمادی ختم ہو جاتی ہے اور وہ ڈھیٹ پنے کا شکار ہو جاتے ہیں جو ان کے مزاج کا حصہ بن جاتی ہے۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ بچوں کی پر سختی کی ممانعت مطلقاً ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تربیت کے دوران بچے کو نہ مارنا آئیڈیل صورت حال ہے لیکن ضرورت کے وقت مارنا بھی جائز ہے۔ جس کا ثبوت آپ ﷺ کے اس فرمان: مروا اولادکم بالصلوة وهم ابناء سبع واضربوهم علیهل وهم ابناء عشر وفرقوا بینهم فی المضاجع "[35] اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی ہو جائے اور عمر دس سال کی عمر میں جب وہ نماز نہ پڑھے پر ان کو مارو اور انکے بستر الگ کر دو۔'' سے ہو رہی ہے

اولاد کی جامع تربیت کے متعدد ایریاز (Domains)

ہر آدمی اپنی اولاد کو معاشرے کے رنگ میں رنگنے کے لیے اس کی تربیت اپنے انداز سے کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے وہ معاشرہ مغربی ہو یا مشرقی حالانکہ مسلمان ہونے کے ناطے ہماری تربیت کی بنیاد دینی ہونی چاہیئے لیکن عصری

تقاضوں کو پس پشت ڈالنا حماقت سے کم نہیں ہوگا اس لیے جامع تربیت کی کوشش کرنی چاہیے۔ ذیل میں تعلیم و تربیت کے ان پہلوؤں (Domains) پر روشنی ڈالی جائے گی جن پر گامزن ہونے کے بعد ہی والدین اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

جسمانی تربیت

ظاہر ہے جسم ہی وہ پیکر ہے جس میں انسانی خصوصیات پروان چڑھتی ہیں اور انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کر دیتی ہیں کہا جاتا ہے کہ ایک صحت مند دماغ صحت مند جسم میں پایا جاتا ہے تو سب سے پہلے انسانی جسم کو صحت مند، متناسب، متوازن اور تہذیب یافتہ ہونا ضروری ہے۔ تربیت میں انسانی جسم کو نظر انداز کر کے عقل و شعور کے بڑھانے پر توجہ مرکوز کرنا جامع تربیت کے خلاف ہے۔ جسم کو صحت مند، متناسب، مہذب اور متوازن بنانے کے لئے تین چیزوں ضرورت ہے۔

1۔ خوراک

خوراک انسانی جسم کی بنیادی ضرورت ہے اس میں سمجھوتہ بچے کی نشوونما (Growth) میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ بچے کے لیے ماں کے پیٹ میں غذا کا انتظام کیا جاتا ہے پیدائش کے بعد ماں کا دودھ بچے کے لیے بہترین غذا ہے جس پر ماں کو کوئی کمپرومائز نہیں کرنا چاہیے اس عنوان سے جین بیکر اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

> ''اچھی غذا کی عادات کسی کی زندگی میں ابتداء سے ڈالی جاسکتی ہے، ابتدائی ۸۱ سال غذائی عادات کو ڈھالنے اور بنانے کے لئے انتہائی اہم ہوتے ہیں اور یہ اہم ہے کہ مختلف النوع خوراک گھر پر ہی تیار کی جائیں۔ خوراک میں روٹی، دلیہ، اناج، پھل اور سبزیاں شامل ہونی چاہییں اور یہ ہماری خوراک کا سب سے اہم حصہ ہوتی ہیں۔ دوسری اہم کیٹیگری پروٹین ہے جس میں چکنائی کے بغیر گوشت، سویا پروڈکٹس اور دالیں شامل ہیں۔ اور آخری کیٹیگری جو شاذ و نادر استعمال کرنی چاہیے وہ چکنائی، آئل اور مٹھائی یا میٹھا ہے۔ گھر میں ایسے سادہ کھانے پکائے جائیں جو سیچوریٹیڈ یا کولیسٹرول سے پاک ہوں اور کھانوں میں نمک اور شکر اعتدال سے موجود ہوں۔ بڑھتے ہوئے بچوں کو کیلشیم کی زیادہ مقدار درکار ہوتی ہے لہذا انہیں گہرے ہرے پتوں والی سبزیاں، تل اور مچھلی کھلانی چاہیے۔'' [36]

آرام

جسمانی نشو ونما کے لئے متوازن غذا کے علاوہ مناسب آرام بھی ضروری ہے۔ جو چوبیس گھنٹوں میں تقریباً چھ سے آٹھ گھنٹے کے درمیان ہونی چاہیے۔ اب یہ نیند کتنی ہونی چاہیے اس کے لئے کوئی لگا بندھا اصول نہیں بعض لوگ چھ گھنٹے سو کر اٹھنے کے بعد خود کو تازہ دم محسوس کرنے لگتے ہیں اور بعض لوگوں کو آٹھ گھنٹے سونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں یہ بھی خیال میں رہنا چاہیے کہ ضروری آرام سے زیادہ سونے سے بھی انسان سستی اور تھکان کا شکار ہو سکتا ہے۔

ورزش

جسمانی صحت کے لئے متوان غذا اور مناسب آرام کے علاوہ جسمانی ورزش بھی ضروری ہے۔ ورزش سے خوراک بدن کا جز بن جاتی ہے اور پسینہ سے جسم کا فاسد مواد خارج ہو جاتا ہے۔ کھاپی کر سویا یا بیٹھا رہنا بے شمار بیماریوں کا باعث ہے۔ اس کے علاوہ صفائی ستھرائی کا خیال بھی رکھنا چاہئیے جسے ایمان کا حصہ کہا گیا ہے جس کے ذریعے مختلف بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے۔ صفائی رکھنے والا انسان جسمانی و روحانی دونوں طرح تروتازہ رہتا ہے۔

جذباتی و نفسیاتی تربیت

انسان کے ذہنی و فکری کردار کو نفسیات کا نام دیا جاتا ہے۔ جذبات جذبہ کی جمع ہے جو عربی سے منقول ہے عربی میں جذب یجذب باب (ض) سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اپنی طرف کھینچنا کے ہیں۔ (المنجد۔ ص ۱۴۰۔ دارالاشاعت۔ کراچی۔ ۱۹۷۵) جذبات اس وقت موثر ہوتے ہیں جب بیرونی عوامل انسانی شعور کو اپنی طرف کھینچتے ہوں اور شعور یا حواس ان بیرونی عوامل کے زیر اثر ہوں اس کا مرکز انسانی قلب ہوتا ہے یہیں جذبات بنتے ہیں پنپتے ہیں اور بعض اوقات یہ انسانی عقل، شعور اور حواس کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔ مثلاً جب انسان سے کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ اچھی چیز ہے اسے کھاؤ تو وہ کہتا ہے کہ میرا دل نہیں کر رہا، حالانکہ کھانا تو منہ کا کام ہے دل کا نہیں لیکن جب تک دل اجازت نہیں دیتا منہ اپنا کام انجام نہیں دیتا۔ یہی مثال شعور اور تمام حواس کی ہے کہ جب تک جذبات انسانی حواس پر قابض رہتے ہیں تب تک حواس اور شعور اپنا کام سرانجام نہیں دے پاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانی کردار پر اس کے جذبات کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ انسانی جذبات میں سے اہم ترین محبت و نفرت، غصہ اور پیار، خوشی و غم، تکالیف کا احساس، تجسس اور جذباتی کیفیت میں ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ نیز حسد و رشک، بغض و کینہ، تکبر و ریا، صبر و شکر، ہمدردی و غم گساری اور تواضع و انکساری وغیرہ بھی اسی میں داخل ہیں۔ جب تک نفسیات کو متوازن نہیں بنایا جاتا تب تک انسان کا کردار اعلیٰ اور مثالی نہیں بن سکتا۔

مسلمان والدین کا شیوہ یہ ہونا چاہیے کہ جذبات وخواہشات پر عقل کو حاوی رکھیں اور اس پر وحی الٰہی کو حاکم بنائیں ۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس قابل بنایا کہ میں خواہشات وجذبات کو عقل کی ترازو میں تولتا ہوں اور عقل کو وحی الٰہی کے اصولوں پر پرکھتا ہوں۔ یوں زندگی کے فیصلوں میں شریعت کو برتری حاصل ہوتی ہے اس کے بعد عقل اور جذبات کا نمبر آتا ہے۔ والدین کو بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھنی چاہئیے۔ اس کے ساتھ والدین کو اولاد کے ساتھ محبت سے پیش آنا، اور انکو شکوک وشبہات سے بالاتر رکھنا ان کی شخصیت اور اعتماد بڑھانے کا سبب ہوگا ۔

سماجی تربیت

انسان اور سماج کا آپس میں لازم وملزوم کا رشتہ ہے امام غزالیؒ نے انسان کو سماجی حیوان قرار دیا ہے۔ اب جو انسان دوسرے کے ساتھ جتنا میل جول، محبت رکھے گا، خوشی اور غمی میں شریک ہوگا وہ اتنا ہی سوشل کہلائے گا۔ جو والدین خود سماجی اور انسان دوست ہوتے ہیں ان کے بچے بھی اتنے بیسوشل ہونگے آج کل سوشل جینئس ہونا ایک اصطلاح بن چکی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی اس عادت کی حوصلہ افزائی کریں لیکن اچھے دوست کے انتخاب میں ان کی راہنمائی بھی کریں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل [37] "انسان اپنے دوست کا ہم مذہب ہوتا ہے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے۔"

حدیث مذکور میں واضح ہدایت ہے کہ دوست کا انتخاب پرکھنے کے بعد کرنا چاہیے معاشرے میں ہر آدمی سے ملا تو جا سکتا ہے لیکن دوست نہیں بنایا جا سکتا شیخ سعدی اس بارے میں کہتے ہیں۔

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست در پریشانی ودرماندگی

اب ظاہر ہے بچوں کو اس معیار کی سمجھ تو نہیں ہوتی چنانچہ والدین کو اس سلسلے میں اپنے بچوں کی مدد کرنی چاہیے۔

ذہنی وشعوری تربیت:

عقل وشعور اللہ تعالی کی ایسی عطا ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممیز بنا دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان ترقی کے اوج کمال کو پہنچتا ہے۔ تعلیم وتربیت اس کو جلا بخشتی ہے۔ موجودہ زمانے میں انسان کی دنیاوی ترقی اسی کی مرہون منت ہے۔ عصری تعلیم کے علاوہ وحی الٰہی ایسا علم ہے جس سے معرض وجود میں آنے والے نظام کو دین یا شریعت کا علم کہا جاتا ہے۔ جس کا دائرہ جدید علوم سے ماوراء ہے، جہاں جدید علوم کی انتہاء ہوتی ہے وہاں وحی الٰہی کا

دائرہ شروع ہو جاتا ہے۔اولاد کی ذہنی و شعوری تربیت کے لیے دونوں سے استفادے کی ضرورت ہے جو لازوال کامیابیوں کے لئے لازمی ہے۔تاہم دینی تربیت مقدّم ہونی چاہئیے جس کی تائید رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث: افتحوا علی صبیانکم اول کلمة بلااله الا الله ولقنوهم عندالموت لااله الا الله[38] "اپنے بچوں کو اول کلمہ لاالہ الااللہ سکھاؤ اور موت کے وقت بھی انہیں لاالہ الااللہ کی تلقین کرو۔'' اور : من ربی صغیراً حتی یقول لا اله الا الله لم یحاسبه الله"[39] جو شخص اپنی اولاد کی اس طرح تربیت کرے کہ وہ لاالہ الا اللہ کہنے لگے تو اللہ تعالی اس کا حساب نہیں کریں گے۔''ہوتی ہے اس بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں: سب سے پہلے مسلمان بچے کو قرآن سکھانا چاہیے ضروریات دین کی تعلیم دینی چاہیے، خواہ اردو میں یا عربی میں مگر انگریزی سے قبل ہو۔یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ آنکھ کھلتے ہی ان کو انگریزی میں لگا دیا جائے، اول تو قرآن شریف پڑھاؤ۔''[40]

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

> ''بچپن میں ایک مرتبہ بچوں کو قرآن کریم ضرور پڑھاؤ، اس کے قلب کو قرآن کریم کے نور سے منور کرو، اس کے بعد اس کو کسی بھی کام میں لگاؤ ان شاءاللہ قرآن کریم کے انوار و برکات اس کے اندر شامل حال ہونگے۔
> جب قرآن اسے پڑھا دیا یا کان کے ذریعے ایمان کا بیج اس کے دل میں پیوست کر دیا جائے تجربہ یہ ہے کہ جو بچے مکتب میں قرآن کریم پڑھ کر جاتے ہیں تو وہ کسی بھی ماحول میں چلے جائیں ایمان کا بیج ان کے دل کے اندر محفوظ رہتا ہے۔[41]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بچے کو دینی تعلیم اور جدید تعلیم دونوں سے آراستہ کرنا چاہیے دونوں کی اپنی اپنی ضرورت ہے بچے کو کسی ایک علم سے محروم کرنا اس کے ساتھ زیادتی ہے۔البتہ ترتیب میں دینی علم مقدم ہے کہ شروع اسی سے کیا جائے اور پھر اس کو دنیا کی اعلی تعلیم بھی دلائی جائے اس سے انشاءاللہ بچے شعوری طور پر تشفی محسوس کریں گے۔اور یہ بچے والدین کے لئے دنیا میں سہارا نیک نامی کا ذریعہ اور آخرت کے لئے صدقہ جاریہ اور سرخروئی کا سبب بنیں گے۔

خلاصہ کلام

اولاد کی تعلیم و تربیت والدین کا فرض منصبی ہے والدین کو چاہیے کہ اس فرض کی ادائیگی سے پہلے خود اپنی تربیت حاصل کریں۔والدین دیکھیں کہ اولاد کی تربیت کتنا ضروری عمل ہے نہ کرنے کا نقصان کیا ہو سکتا ہے؟ اولاد کی

تربیت کی بنیادی شرائط کیا ہیں مراحل کیا ہیں؟ بچے کی عمر کے مراحل کیا ہیں کس مرحلے میں کیا تربیت ہونی چاہیے؟ وہ چار ایریاز کون کونسے ہیں جن میں بچوں کی تربیت کرنا ضروری ہے ورنہ کسی ایک ایریا کو فوکس کرنے کے نتیجے میں دیگر پہلو اور ایریاز نظر انداز ہو جائیں گے اور بچے کی جامع تربیت نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہے کہ ہماری اولاد ایسی تربیت یافتہ ہو کہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈ بن جائے اور آخرت کے لئے صدقہ جاریہ ہو۔

References

[1]Al munjid Arbī Urdū Dār Al Īshā‘at ‘Urdu Bāzār Karāchi,1990:pg367
[2] Bukhārī Muḥammad Bin Ismāīl, Ṣḥīḥ Al Bukhārī, Dār Tawq Al najāt 1st Eiditon, 1422,Hadīth:Pg1319
[3]sūrah Al Shams:8
[4] Sūrah Al Tahrīm:6
[5]Sūrah Ṭāhā:123
[6] Ṣḥīḥ Al Bukhārī Hadīth:7138
[7]Tirndhī Muḥammad Bin ‘Iīsā Jāmi Tirmadhī Dār Al Gharb Al Islāmī,1998,Jild2,Hadīth:1952
[8] Jawzī Ibn Al Qyyam, majm‘a Al Fiqh Al Islāmī Jddah, 1431,:Pg123
[9]Al Tghāun :15
[10]Sūrah al bqara:[17]
[11] Ṣḥīḥ Bukhārī Hadīth;1358
[12] Ghazālī Imām Muhammad, ‘iḥiā Al ulūm mutrjamMulānā ā Nadīm Al wājdī, ‘idāra ‘islāmiyāt karāchī,Jūn2006,Jild 3:Pg 62
[13] Sūrah Al Tahrīm:6
[14] ‘Imām Shawkānī,Tafsīr Fath Al Qadīr, Qadīmī Kutub Kkana Karāchī,1998 Jild3:Pg 230
[15]‘Imām ‘Alā Al Dīn Risāla Hdith45Ā401 ‘Alī Al muttqī,Kanz Al ummāl Fī Sunan Al Aqwāl wl Af‘aāl,Muassa Al Risāla Hdith45Ā401
[16] Sūrah Al Aḥzāb 68-76
[17] Ṣaḥīḥ Al Bukhārī Hadīth:5090
[18] www.Urdusafha.pk.secret behind the jews sucess
[19] Al Ḥijar:13
[20] Al Ṣāffāt:100
[21] Al ‘Ibrāhīm:40
[22] Al ‘Ibrāhīm:37
[23] Maryam:5-6
[24] Aāl Imrān: 38
[25] Al Furqān:74

[26] Al namal:19
[27] Al Ahzāb:31
[28] Luqmān :13
[29] Luqmān :16
[30] Luqmān:17-18
[31] Al Qushairī muslim Bin Hussain,Ṣḥīḥ Muslim,Dār ‘Iḥā Al Turāth Al‘arabī ,Hadīth:234
[32] Ṣaḥīḥ Bukhārī Hadīth:5376
[33] Bayḥqī Ahmad Bin Al Hussain Bin ‘Alī, sunan kubrā, Hadīth:8282
[34] Imām Alao al din Ali Al Mutaqi,Hadith45401
[35] Abū dāwūd Sluaimān Bin Ash‘ath,Sunan Abī dāwūd,Dār Al Risāla Al ‘Aālmiya 1st Eidition2009,Hadīth:495
[36] Jaīn Baikar, Mutarjam Dr Mukhtār Ahmad, bachon kī Ghizā awr Ṣaḥat,Dar al Shaūr Lahor2017,:Pg 89-99
[37] Sunan Kubrā Lil Bayhaqqī,Hadīth:8992
[38] Ibid Hadīth: 8282
[39] Kanz Al ummāl Hadīth:45401
[40] Thānwī Ashraf ‘Ali Tuḥfa Al ulamā, ‘Idāra Tālīfāt Ashrfiya Multāan,2006, Pg;52
[41] Uthmānī Taqī ‘Iṣlāḥī Khuṭbāt,Maiman Islāmic Publishars Karāchī,Jild3,Pg:27